

مروّجہ تجارتی کمپنیاں

اور

اسلامی شرکت و مضاربت

- مضاربت کی شرائط کیا ہیں؟
- کیا شرکت میں سرمایہ کا نقد ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل بحث ملاحظہ ہو...... ......
- کیا اختتامِ مضاربت پر اپنے حصے مضارب ہی کے ہاتھ فروخت کرنا ضروری ہے؟
- کیا شریک کو اجیر رکھ سکتے ہیں؟ .... نہیں
- شرکتِ عنان کی غلط صورت اور اس کا شرعی متبادل
- مروّجہ کمپنیوں کے بعض ناجائز اُمور اور ان کا شرعی متبادل

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد مُمتاز صاحب دامت برکاتھم

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

مروّجہ تجارتی کمپنیاں
اور
اسلامی شرکت و مضاربت

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

ناشر جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

فہرست



مُقدّمہ

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم اما بعد!

مروجہ اکثر تجارتی اداروں اور کمپنیوں میں کئی ایسے خلافِ شرع امور پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ تجارتی معاملہ (یعنی مضاربت اور شرکت) فاسد اور باطل ہو جاتا ہے، اور بجائے حلال کے انسان حرام خوری اور کئی کبائر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر مسلمان پر اپنے تجارتی معاملات اسلامی اصولوں کے تحت سرانجام دینا لازم ہے، اس لئے مسلمانوں کی ہمدردی اور معاونت کے طور پر انتہائی آسان انداز میں یہ رسالہ بنام "مروجہ تجارتی کمپنیوں میں خلافِ شرع امور اور شرعی متبادل" مرتب کیا گیا ہے تاکہ مسلمان بھائی اسے پڑھ کر اپنی شرعی ذمہ داری بآسانی پورا کر سکیں۔

رسالہ میں اولاً بعض مروجہ "مضاربہ ومشارکہ کمپنیوں" میں پائے جانے والے خلافِ شرع امور لکھ دیئے گئے ہیں اور ثانیاً ہر امر کا شرعی متبادل ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہے تاکہ مخلص اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے عین اسلامی تجارت کرنے کے خواہاں احباب جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح طور پر پہچان سکیں۔

نیز آخر میں شرعی مضاربہ کی وہ تمام شرائط یکجا بھی لکھ دی گئی ہیں جن کا بوقتِ عقدِ مضاربہ لحاظ ضروری ہے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۱﴾

اکثر تجارتی کمپنیوں میں ارباب الاموال کے درمیان شرکت بصورتِ عنان ہوتی ہے جبکہ اس میں شرکتِ عنان کی شرائط پوری نہیں کی جاتیں، کیونکہ اکثر کمپنیاں اور تجارتی ادارے تجارت شروع کرنے کے بعد بھی چلتے کاروبار میں وقتاً فوقتاً نئے لوگوں کو بھی شریک کرتے رہتے ہیں اور قدیم شرکاء میں سے بعض اپنا حصہ اور سرمایہ بڑھاتے رہتے ہیں۔

ایسی صورت میں قدیم شرکاء کی طرف سے حصہ اور سرمایہ عروض اور سامان کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ جدید شرکاء اور سرمایہ میں اضافہ کرنے والے قدیم شریک کی طرف سے نقد کی صورت میں ہوتا ہے اور اس طرح شرکت عندالاحناف جائز نہیں۔

﴿شرعی متبادل﴾

مالکیہ کے مذہب کے مطابق درج ذیل دو شرطوں سے چلتے ہوئے کاروبار میں کسی قدیم شریک اور انویسٹر کا سرمایہ میں اضافہ کرنا اور غیر شریک کو شریک کرنا جائز ہے۔

(۱) سب شرکاء کی اجازت ہو۔

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالی : لا یملک الشریک الشرکة الا باذن شریکه و قال العلامة الشامی رحمه الله تعالی : (قوله : لا یملک الشریک) أی شریک العنان (الشامیة ٦ / ٤٨٧، ط رشیدیه)

(۲) بوقت عقد قدیم شرکاء کے سارے عروض اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اُس قیمت کو قدیم شرکاء کا سرمایہ بنایا جائے، اور اس تناسب سے آنے والے کو شریک کرلیا جائے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کمپنی کے حصص کی خریداری اور اس میں شرکت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب و الله الموفق للحق و الصواب

۱۔ بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکتِ عنان ہے، کیونکہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں،

وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے ہیں اور اپنی عماراتِ مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے عمارات و سامان وغیرہ میں لگایا تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو/۱۰۰ حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنفقہ نہ ہوگی بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

فیجوز الشرکة و المضاربة بالعروض بجعل قیمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد فی روایة و هو قول مالک و ابن أبی لیلی کما ذکره الموفق فی المغنی ۵/۱۲۵

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتوی دیکر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۴)

دیکھئے! اس فتویٰ میں بھی صراحت ہے کہ ''اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مالِ تجارت، کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں'' اور ''بجعل قیمتها وقت العقد رأس المال ''جس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نئے شرکاء اور کلائنٹس سے عقد کے وقت قدیم شرکاء کے عروض اور سامان کی قیمت لگانا اور اس کو رأس المال بنانا شرط اور ضروری ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد عمران اشرف زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں :

کیا سرمایہ کا نقد ہونا ضروری ہے؟

شرکت کے اندر سرمایہ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو لوگ شرکت قائم کریں ان میں سے ہر شخص اپنی سرمایہ کاری کا حصہ نقد فراہم کرے؟ یا کوئی شریک اپنا حصہ جنس کی صورت میں بھی دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔

احناف کا مذہب : امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنس (سامان)

کی شکل میں سرمایہ لگا کر شرکت العقد وجود میں لانا جائز نہیں، خواہ وہ سامان مثلی اشیاء میں سے ہو یا قیمتی اشیاء میں سے ہو۔

مالکیہ کا مذہب : اس کے برعکس مالکیہ کے نزدیک جنس کی شکل میں سرمایہ فراہم کر کے شرکت مطلقاً جائز ہے، خواہ وہ سامان مثلیات میں سے ہو خواہ قیمیات میں سے ہو، نیز یہ بھی جائز ہے کہ دونوں شریک اپنا سرمایہ جنس کی صورت میں فراہم کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شریک نقد روپے لائے اور دوسرے کا سرمایہ جنس کی شکل میں ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں جب کوئی شریک سامان کی صورت میں سرمایہ فراہم کرے تو اس کے حصے کا تعین اس سامان کی بازاری قیمت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ۲۴۸)

اگر اس متبادل پر عمل نہ ہوگا اور بوقت شرکت عروض کی قیمت نہ لگائی گئی تو نقصان کی صورت میں نئے آنے والے شریک کے نفع اور حق کا کچھ حصہ قدیم شرکاء کو ملے گا اور نفع کی صورت میں قدیم شرکاء کے نفع اور حق کا کچھ حصہ نئے آنے والے شریک کو ملے گا اور یہ درج ذیل اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

﴿اُصولِ مسلّمہ﴾

(الأصل الأول): الخَراج بالضمان

عن مَخلَد بن خُفَاف قال: ابتعت غلاما فاستغللته ثم ظهرت منه على عيب فخاصمت فيه إلى عمر بن عبد العزيز فقضى لى برده و قضى عَلَيَّ برد غلته فأتيت عروة فأخبرته فقال: أروح إليه العشية فَأُخبِرهُ أن عائشة أخبرتنى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى مثل هذا: أن الخراج بالضمان فراح إليه عروة فقضى لى أن آخذ الخراج من الذى قضى به عَلَيَّ له، رواه فى شرح السنة. (المشكوة ۲۴۹)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: قال الطيبى رحمه الله الباء فى بالضمان

متعلقة بمحذوف تقديره الخراج مستحق بالضمان أي بسببه و قيل الباء للمقابلة و المضاف محذوف أي منافع المبيع بعد القبض تبقى للمشتري في مقابلة الضمان اللازم عليه بتلف المبيع و نفقته و مؤنته و منه قوله عليه الصلوة و السلام: من عليه غرمه فعليه غنمه، و المراد بالخراج ما يحصل من غلة العين المبتاعة عبدا كان أو أمة أو ملكا و ذلك أن يشتريه فيستغله زمانا ثم يعثر منه على عيب قديم لم يطلعه البائع عليه أو لم يعرفه فله رد العين المعيبة و أخذ الثمن و يكون للمشتري ما استغله لأن المبيع لو تلف في يده لكان من ضمانه و لم يكن له على البائع شيء. (المرقاة ۶/ ۸۹، ط: رشيديه جديد)

’’مخلد بن خفاف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا، پھر میں نے اس کو مزدوری پر لگایا اور اس کی مزدوری بطور نفع رکھ لی، پھر مجھے اس کا ایک پرانا عیب معلوم ہوا تو اس کی وجہ سے میں نے اس کے سابق مالک کے خلاف (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس مقدمہ دائر کیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ میں یہ غلام اس عیب کی وجہ سے اس کے مالک کو لوٹا دوں اور مزدوری کا جو نفع میں لے چکا تھا وہ بھی اس کے مالک کو واپس کردوں۔ پھر میں عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس آیا اور ان کو اس تمام معاملے کی روئیداد سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس فیصلہ میں مزدوری واپس کرنے کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے) اور میں شام کو ان کے پاس جاکر (حضرت) عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی روایت بیان کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے ایک فیصلہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے۔ (چونکہ غلام کی مزدوری کے عرصے میں اگر اس سے کوئی نقصان ہوتا یا خود مر جاتا تو اس کی ذمہ داری اسی مشتری اور خریدار پر آتی، لہٰذا اس عرصہ کا نفع بھی اسے ہی ملنا چاہئے) سو عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) شام کو ان کے پاس تشریف لے گئے پھر (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے میرے لئے فیصلہ دیا کہ میں وہ نفع اس مالک سے واپس لے لوں۔‘‘

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے، جبکہ نئے آنے

والے شرکاء گذشتہ نقصان اور ضمان کا ذمہ دار نہیں لہٰذا نفع کا بھی حقدار نہ ہونگے۔

(الأصل الثاني): الغنم بالغرم

عن سعيد بن المسيب أن رسول الله ﷺ قال: لا يُغْلِقُ الرهنُ الرهنَ من صاحبه الذي رهنه له غنمه و عليه غرمه، رواه الشافعي مرسلا (المشكوة ۲۵۰)

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کو رہن (گروی) رکھنا اُس مرہون شیء (کی ملکیت اور منافع) سے اُس کے مالک کو نہیں روکتا (یعنی کسی چیز کو گروی رکھنے سے راہن اور مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی لہٰذا) اس گروی رکھی ہوئی چیز کے ہر نفع اور بڑھوتری کا حقدار راہن ہی ہوگا اور وہی اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوگا۔"

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ فائدہ بمقابل نقصان ہے، یعنی کسی چیز کا فائدہ اس کو حاصل ہوگا جس کے ذمہ اس چیز کا تاوان ہے۔

(الأصل الثالث): لا يحل ربح ما لم يضمن

قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان في بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك، رواه الترمذي و أبو داود و النسائي. (المشكوة ۲۴۸)

"رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کر کے) حلال نہیں ہے، اور بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اور اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی اپنی ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی، اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت میں) نہیں۔"

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے نقصان کا کوئی ضامن نہیں اس کا نفع اس کے لئے حلال نہیں۔

المحیط البرھانی، کتاب المضاربۃ، الفصل الثامن عشر ۱۸/۲۱۵، میں کئی جگہ اس بات کی صراحت ہے کہ ربح آنے کے بعد رب المال متعین شرح کے مطابق اپنے حصے کا مالک بن جاتا ہے اور مضارب اپنے حصے کا۔ اگر مضارب نے ناجائز طور پر مال کو کسی غیر کے مال سے خلط کیا تو مضارب رب المال کے اصل سرمایہ کے ساتھ ساتھ اس کے ربح کے حصے کا بھی ضامن ہوگا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ کاروبار میں ربح اور نفع آنے کے بعد کسی اجنبی کو شریک کرنے کی صرف وہی صورت ہوسکتی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کردی ہے، نئے شریک کی شرکت کے وقت نفع اور ربح کو کالمعدوم تصور کر کے اس کو شریک کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ خلط کے ذریعے یہ ایک کا مال دوسرے کو ناحق طور پر کھلانے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

نتیجہ : اس متبادل کے پیشِ نظر مسلمان تاجر پر لازم ہے کہ ہر نئے آنے والے شریک کے لئے بوقتِ عقد کمپنی کے اندر موجود سارے سامانِ تجارت اور منجمد اثاثوں جیسے دفاتر، فرنیچر استعمال کی گاڑیاں وغیرہ کی بازاری قیمت لگائیں اور ان کے ساتھ نقد اور دیون کو بھی ساتھ جمع کر کے ان کا حصہ اور سرمایہ متعین کریں۔

﴿ناجائز امر نمبر۲﴾

ان مروجہ اکثر کمپنیوں میں کل رأس المال معلوم نہیں ہوتا، جبکہ شرکت میں تقسیم نفع کے لئے ضروری ہے کہ کل رأس المال معلوم ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں :

> پورے رأس المال کا معلوم ہونا نفع کی تقسیم کے وقت ضروری ہے تاکہ اس کے مطابق طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کیا جاسکے۔ (غیر سودی بینکاری ۳۲۵)

معلوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرکت بالعروض میں مزید سرمایہ بڑھانے کے لئے تمام عروض کی بوقت عقد قیمت لگانا ضروری ہے، عند مالک و فی روایة عن احمد جبکہ یہاں ایسا نہیں ہوتا، اس لئے راس المال مجہول ہوتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسلامی شرکت کے لئے ضروری ہے کہ ہر شریک کو اپنے سرمایہ کی مقدار کے اعتبار سے نفع کی نسبت معلوم ہو، اور نفع کی اس نسبت کے لئے کل سرمائے کا معلوم ہونا ضروری ہے، جب تک کل سرمایہ معلوم نہ ہوگا نفع کی نسبت معلوم ہی نہیں ہوسکتی۔ مثلاً ایک شریک کا سرمایہ ایک لاکھ روپے ہے، اب اس کو نفع کتنا ملے گا؟ اس کے لئے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ کل

سرمایہ معلوم ہو جائے تا کہ اس کو پتا چل جائے کہ ایک لاکھ کی کل سرمایہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جب اس کو معلوم ہوگا کہ مثلاً کل سرمایہ ایک کروڑ ہے تو اب اس کو پتا چل جائے گا کہ اس کے ایک لاکھ سرمائے کی کل سرمایہ سے نسبت 100 / 1 ہے یعنی کل سرمایہ کا سواں حصہ ہے۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ جو شرکاء عمل (کام) کرتے ہیں اگر ان کا نفع عمل کی بنیاد پر اپنے سرمایہ سے زیادہ ہے تو اس کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ شرکاء کا نفع مجہول ہوگا، مثلاً چار شرکاء ہیں، ہر ایک کا رأس المال اور سرمایہ ۲۵ فی صد ہے (یعنی ہر ایک کا سرمایہ مثلاً دس لاکھ ہے اور کل رأس المال چالیس لاکھ ہے) ان میں سے دو شرکاء کام کرتے ہیں اور دو کچھ بھی کام نہیں کرتے اس لئے کام کرنے والوں کے لئے ۳۰ فی صد نفع متعین کیا گیا اور کام نہ کرنے والوں کا نفع ۲۰ فی صد متعین ہوا۔

دیکھیے اس مثال سے واضح ہو گیا کہ کل رأس المال کے معلوم ہونے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ شرکاء کے نفع کی نسبت بھی معلوم ہو جائے، ورنہ شریک کے لئے نفع مجہول رہے گا۔

اگر شرکاء میں سے کوئی بھی عمل نہ کرتا ہو بلکہ سب نے سرمایہ اکٹھا کر کے کسی غیر شریک کو بطور مضاربت یہ رقم دے دی، تو ایسی صورت میں اگر مضارب کے نفع کی نسبت سب ارباب الاموال سے ایک ہی ہے، مثلاً وہ ہر ایک سے پچاس فی صد نفع خود لیتا ہے اور پچاس فی صد رب المال کو دیتا ہے، تو اس صورت میں صرف دو باتوں کا علم ضروری ہے۔ ایک یہ کہ کل سرمایہ کتنا ہے؟ اور دوسرے یہ کہ مضارب کا نفع کتنا ہے؟ ان دو باتوں سے ہر ایک کو اپنا نفع معلوم ہو جائے گا۔ جیسے مثلاً ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور کل سرمایہ ایک کروڑ ہے اور مضارب کا نفع ۵۰ فی صد ہے، اب ایک لاکھ سرمایہ دینے والے کو معلوم ہو گیا کہ مجھے کل نفع کا 2 / 1 یعنی آدھا فی صد ملے گا۔

اور اگر مضارب نے ارباب الاموال سے نفع کا تناسب ایک نہیں رکھا بلکہ کسی سے زیادہ اور کسی سے کم رکھا ہے، مثلاً کسی کو ۵۰ فی صد نفع دیتا ہے، کسی کو ۶۰ فی صد اور کسی کو ۴۰ فی صد۔ تو اس صورت میں ہر شریک کو یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ مضارب نے میرے ساتھ نفع کی جو نسبت طے کی ہے، وہ کیا ہے؟ ورنہ نفع مجہول رہے گا۔

الحاصل: اسلامی شرکت اور مضاربت میں ہر شریک اور رب المال کے نفع کے تناسب کا معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر یہ اسلامی شرکت اور مضاربت نہ ہوگی۔ اور نفع کے اس تناسب کا معلوم ہونا مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کل رأس المال کے معلوم ہوئے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہر شریک کے لئے ضروری ہے کہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مہینہ، چھ ماہ، سال، دو سال وغیرہ مدت تک جو کاروبار ہوا ہے، یہ کتنے سرمایہ سے ہوا ہے؟

مروجہ کمپنیاں جو روزانہ ماہانہ نئے شرکاء سے رقم لیتی ہیں اس کے لئے سامان کی بازاری قیمت روزانہ یا ماہانہ معلوم کرنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

﴿متبادل﴾

اگر عروض کی قیمت ہر ماہ لگانا مشکل ہے تو اس کے لئے ۳ ماہ یا ۶ ماہ کی مدت مقرر کرلی جائے، اور اس درمیانی مدت میں کسی سے مضاربت اور شرکت پر رقم نہ لی جائے۔ پھر ۳ یا ۶ ماہ بعد تمام اثاثوں کی قیمت لگا کر اس کو راس المال بنایا جائے، اس طرح کل راس المال معلوم ہوجائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۳﴾

ان کمپنیوں کے ذمہ داران بعض شرکاء اور انویسٹروں کے نفع کا کچھ حصہ ناجائز طریقے سے خود بھی کھاتے ہیں اور بعض دوسرے شرکاء اور انویسٹرز کو بھی کھلاتے ہیں اور یہ قرآنِ کریم کے صریح حکم ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ کے خلاف اور اکل بالباطل اور حرام ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ ذمہ داران ہر ماہ نقد کی صورت میں جو نفع آتا ہے وہ انویسٹروں میں تقسیم کرتے ہیں، (کیونکہ ہر ماہ تمام منجمد اثاثوں اور مالِ تجارت وغیرہ کا حساب لگانا متعذر رہے) لہٰذا جو مصنوعات بن تو گئیں لیکن ابھی تک فروخت نہیں ہوئیں یا وہ خام مال کی صورت میں ہیں، اُن میں بھی تو نفع آچکا ہوتا ہے، لیکن فروخت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں ہوا۔ یہ ممکن ہے کہ آئندہ ماہ شروع کی تاریخوں میں یہ مال بک جائے اور پھر اصل سرمایہ مع نفع کے دونوں سے خام مال خریدا جائے، اس صورت میں انویسٹروں کے اصل سرمایہ سے بھی تجارت ہوئی اور سرمایہ کے نفع

سے بھی تجارت ہوئی، لہٰذا آئندہ انویسٹروں کو صرف اصل سرمایہ کے تناسب سے نفع نہیں دیا جانا چاہیئے، بلکہ ربح کے تناسب سے جو نفع آیا ہے وہ بھی ان ہی کا حق ہے اور ان کو دیا جائے۔

الحاصل : جس طرح کمپنی کے ڈائریکٹروں کو ہر ماہ نفع بھی ملتا ہے اور ان کا کاروبار اور سرمایہ بھی بڑھتا ہے، اسی طرح انویسٹروں کا سرمایہ بھی حقیقت میں بڑھتا ہے، لیکن یہ ذمہ داران ان کے سرمایہ کے بڑھوتری کو خود کھا جاتے ہیں اور حمایت حاصل کرنے کے لئے کچھ دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔

قارئینِ کرام! کسی بھی تاجر اور کاروباری سے پوچھ لیجئے وہ بتادے گا کہ تقسیم منافع سے پہلے اس فروخت شدہ سامان کے ثمن سے دوسرا سامان خرید کر لایا جاتا ہے اسی طرح جو ربح ہوتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بھی ضرور آگے کاروبار میں لگتا ہے، دیکھیئے! ایک تاجر کا سال کے شروع میں کاروبار پانچ لاکھ کا ہوتا ہے اور سال کے آخر میں باوجود اس کے کہ اخراجات کے لئے نفع کا کچھ حصہ نکالتا رہتا ہے پھر بھی کاروبار مثلاً آٹھ لاکھ کا ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ربح کا کچھ حصہ بھی کاروبار میں لگتا رہتا ہے ورنہ اگر ہر ماہ سارا کا سارا نفع نکال کر صرف پانچ لاکھ چھوڑتا تو کاروبار آٹھ لاکھ کا کبھی نہ ہوتا۔

اس تاجر کے کاروبار پر کمپنی کو قیاس کیجئے، کمپنی کا ہر ماہ کل سرمایہ سے زائد تمام ربح کو معلوم کر کے تقسیم کرنا آسان نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ فروخت کے بعد فوراً اصل سرمایہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور ربح کو علیحدہ، پھر خام مال صرف اسی سرمایہ سے خریدا جاتا ہے اور بس۔

﴿متبادل﴾

چونکہ یہ خرابی، امر نمبر (۱) اور امر نمبر (۲) کے مفسدہ پر مبنی ہے، اس لئے اگر مفسدہ نمبر (۱) اور نمبر (۲) کا (ہمارا ذکر کردہ) متبادل عمل میں آگیا تو یہ مفسدہ بھی خود بخود ختم ہو جائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۴﴾

ان کمپنیوں کے ڈائریکٹران کا متعین تنخواہ اور اجرۃ لینا بھی ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شرعی شرکت اور مضاربت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی صورت میں

کوئی فریق نفع سے محروم نہ رہے اس وجہ سے کسی فریق کے لئے کچھ رقم متعین کرنا جائز نہیں، لہٰذا مضارب یا رب المال کے لئے نفع میں سے کچھ متعین کر کے دینا نا جائز اور مفسد عقد ہے۔

(۱) ایسے ہی حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں شریک کے لئے متعین تنخواہ کو نا جائز فرماتے ہیں۔

سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: چار شخصوں نے مل کر تجارت کی اور باہم یہ بات قرار پائی کہ ایک سال دو شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاوے اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہیں اور دوسرے سال دو شخص جو مکان پر رہے تھے وہ مال تجارت لے کر پردیس کو جاویں اور جو پردیس کو مال لے کر گئے تھے وہ وطن میں مکان پر رہیں اب صرف دو ہی شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاتے ہیں اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہتے ہیں، اب تحقیق طلب یہ بات ہے کہ جو شخص پردیس کو مال تجارت لے کر جاتے ہیں وہ ان دو شخصوں سے جو مکان پر رہتے ہیں اور مال تجارت لے کر پردیس کو نہیں جاتے منافع زیادہ لینے کے مستحق ہیں کہ نہیں؟ اگر منافع زیادہ نہیں لے سکتے تو اپنا حق المحنت پردیس جائیں بطور تنخواہ کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس سوال میں کوئی اور شق بھی رہ گئی ہو تو اس کا جواب بھی مرحمت فرما دیا جاوے تا کہ تکمیل جواب ہو جاوے اور حضور والا کو مکرر تکلیف نہ دی جاوے۔

الجواب: فی الدر المختار: کتاب الشرکة: و شرطها کون المعقود علیه قابلا للوکالة فلا تصح فی المباح کاحتطاب و عدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما لأنه قد لا یربح غیر المسمی و حکمها الشرکة فی الربح

فی رد المحتار تحت قوله: (و حکمها الشرکة) و اشتراط الربح متفاوتا عندنا صحیح فی ما سیذکر ج ۳ ص ۵۲۰

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ باہر جاتے ہیں وہ منافع زیادہ لے سکتے ہیں مگر تنخواہ معین کر کے نہیں لے سکتے، اور منافع جو زیادہ لیں گے وہ نسبت سے ہونا چاہیے

مثلاً دو ثلث یہ لیں گے اور ایک ثلث دوسرے شرکاء جو باہر نہ جاویں گے مثلاً، اور یہ جائز نہیں کہ بیس، بیس روپے ماہوار لیا کریں گے۔ ۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

(امداد الفتاوی ۳/۵۱۵)

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ''محدود ذمہ داری'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں اول تو عرض یہ ہے کہ اگر اس کو (متعاقدین کے درمیان) شرط فاسد بھی قرار دیا جائے تو شرکت ان عقود میں سے ہے جو شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی الا یہ کہ اس شرط باطل کے نتیجہ میں شرکت ہی باقی نہ رہتی ہو مثلاً کسی ایک شریک کے لئے کسی متعین رقم کی شرط۔''

(غیر سودی بینکاری ۳۴۴)

(۲) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''شریک کو بوجہ زیادتی عمل کے منافع کے علاوہ تنخواہ دینے کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں شریک کو اجیر بنانے کو ناجائز فرماتے ہیں، سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: دوکان لمیٹڈ ہو جانے کی حالت میں شرکاء دوکان میں سے جو شریک دوکان میں کام کرتے ہیں کوئی منیجر (منتظم) ہوتا ہے اور کسی کے متعلق دوکان کا دوسرا کام ہوتا ہے تو ان کام کرنے والے شریکوں میں سے ہر شریک کو منیجری وغیرہ کی اس کے کام کے لائق علیحدہ تنخواہ ہے اور جو شریک کام نہیں کرتا اس کو تنخواہ نہیں ملتی بلکہ صرف نفع پانے کا حق دار ہوتا ہے پس ارشاد ہو کہ کام کرنے والے شرکاء کو اس طرح تنخواہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شریک کا اجیر ہونا درست نہیں، بلکہ صورت جواز یہ ہے کہ جو شریک منیجر ہو اس کا حصہ منافع میں زیادہ کر دیا جائے مثلاً جو شریک منیجر نہیں ان کا حصہ روپے میں دو آنہ ہے تو منیجر کا حصہ روپیہ میں چار آنہ کر دیا جائے، لیکن یہ جائز نہیں کہ اس کی تنخواہ مقرر کی جائے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ۳/۳۲۳)

(۳) مضاربہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب

قدس سرہ لکھتے ہیں:

''مضاربہ میں کسی ایک فریق کے لئے متعین نفع کی شرط جائز نہیں، یہ مضاربہ فاسدہ ہے، رب المال کا معین نفع وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے''

قال في التنوير : وكون الربح بينهما شائعا. (رد المحتار ۴/۵۳۲)

(احسن الفتاویٰ ۷/۲۴۵)

اسی طرح شریک کو ملازم رکھ کر اس کو متعین تنخواہ دینا چونکہ شرکت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے لہٰذا مفسدِ شرکت ہے۔ شرکت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جس سے نفع میں شرکت منقطع ہو جائے جبکہ ملازمت کی صورت میں یہ شرکت منقطع ہو سکتی ہے کیونکہ مثلاً اگر اس (ملازم شریک) کی اجرت اور تنخواہ دس ہزار روپیہ ہے اور کل نفع بھی دس ہزار یا اس سے کم ہوا ہے تو کل نفع اس ایک شریک کو مل جائے گا اور دوسرے سارے شرکاء محروم ہونگے۔

قال العلائي رحمه الله تعالىٰ: (وشرطها) اى شركة العقد...... (وعدم مايقطعها كشرط دراهم مسملة من الربح لا حدهما) لانه قد لايربح غير المسمى (رد المحتار ۷/۴۶۸، ط: رشيديه)

﴿متبادل﴾

اس کا متبادل وہی ہے جو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الاحکام میں تحریر فرمایا ہے، جس پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصویبی دستخط فرمائے ہیں، کہ متعین تنخواہ کی بجائے نفع میں اس کا حصہ بڑھا دیا جائے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۵﴾

ان کمپنی سے بعض شرکاء اور انویسٹروں کا اپنی شرکت کو ختم کر کے رقم نکالنے کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، کیونکہ یہ کمپنیاں ان شرکاء کو اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ اپنا

حصہ ہمارے پاس ہی چھوڑنا پڑے گا، خواہ بصورت بیع ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔

﴿متبادل﴾

شریعت کے دیئے ہوئے حق کے مطابق رب المال کو فروخت کرنے میں آزادی دی جائے، چاہے تو باہمی رضامندی سے اپنے حصہ کو مضارب پر بیچے، یا شرکاء میں سے کسی شریک پر بیچے، یا کسی ثالث پر بیچے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو۔

اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو طے شدہ شرح کے مطابق نفع مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔

مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک تہائی حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلنے کے وقت سرمایہ اثاثہ اور سامان کی شکل میں ہے۔

ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کمپنی خریدے، یا قدیم شرکاء میں سے کوئی خریدے، یا ان کے علاوہ کوئی نیا آنے والا خریدے، یا شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرے۔

حضرت فرماتے ہیں:

> ”اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے،

جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضا مندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پاسکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہو سکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے (اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۴۴)

ہم نے جو تفصیل پیش کی ہے فقط مفروضہ نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ ایک کمپنی کے ڈائریکٹر نے جب اپنا سرمایہ نکالنے کا فیصلہ کیا تو اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا حصہ ۲۰ فیصد نقصان کے ساتھ کمپنی کے دیگر شرکاء ہی کے ہاتھ فروخت کرے، جیسا کہ اس ڈائریکٹر کے خلاف دیگر نو ڈائریکٹرز حضرات نے اپنے دستخطوں کے ساتھ بھیجے گئے خط میں فیصلہ کیا ہے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۶﴾

بعض مروجہ کمپنیوں میں کئی مضارب آپس میں شریک ہوتے ہیں ان کے ارباب الاموال بعض مرتبہ زیادہ نفع کی لالچ میں مضارب تبدیل کراتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ کوئی مضارب شرکت ختم کر دیتا ہے تو اس کے ارباب الاموال کمپنی میں اپنا حصہ دوسرے مضارب کو بطورِ مضاربت دیتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں کیونکہ ان صورتوں میں رب المال کا حصہ عروض اور سامان کی شکل میں ہے اور بقول حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم عروض میں حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربہ جائز نہیں، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق جائز ہے، لیکن اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ بوقت عقد ان عروض کی قیمت لگا کر ان کو سرمایہ بنایا جائے۔ چنانچہ فتاوی عثمانی میں عنوان ''نقد کی بجائے مضاربت بالعروض کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے

جواب میں فرماتے ہیں:

"جواب: حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربت بالعروض درست نہیں، الا یہ کہ انہیں بیچ کر نقد بنالیا جائے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں جائز ہے، اور وقتِ عقد کی قیمت کو رأس مال المضاربہ قرار دیا جائے گا (الانصاف للمرداوی ۵/۴۰۹) حاجت کے وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت بالعروض میں مالکیہ کا قول اختیار کرنے کی گنجائش دی ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۵) یہ گنجائش یہاں بھی ہوسکتی ہے (فتاوی عثمانی ۳/۳۹،۳۸)

المیہ

کیا آج تک حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق کسی ایک کمپنی میں بھی اس جواز کی صورت پر اب تک عمل ہوا ہے؟ اور کسی کو اب تک اس پر عمل کرنے کا خیال آیا ہے؟

بلکہ ان کمپنیوں میں روزانہ متعدد ارباب الاموال کی آمدورفت کے مروجہ طریقہ کی وجہ اس پر عمل مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔

﴿متبادل﴾

تبدیلی مضارب کی صورت میں دوسرے مضارب سے عقد کے وقت اگر حصہ اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اس کو رأس المال بنایا جائے تو جائز ہے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب کمپنیوں میں نئے ارباب الاموال کی شرکت کے لئے معتد بہ مدت کے بعد کوئی وقت مقرر کیا جائے، اور اس مقرر مدت سے قبل کسی نئے آنے والے کو شریک نہ کیا جائے، تاکہ اثاثہ جات کی قیمت لگانا ممکن ہوسکے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۷﴾

مروجہ بعض کمپنیوں کے بارے میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان کمپنیوں کے وہ شرکاء جو ارباب الاموال کے مضاربین یعنی ڈائریکٹران ہیں، کے پاس نئے ارباب الاموال جو رقوم جمع کراتے ہیں، اکثر انہی رقوم میں سے یہ گذشتہ ماہ کے شرکاء اور ارباب الاموال کو نفع دیتے ہیں۔

اس صورت کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ جب مضارب نے کاروبار میں لگانے سے قبل رب المال کا سرمایہ جو اس کے ہاتھ میں امانت ہے دوسری جگہ خرچ کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مضارب نے پورا سرمایہ اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کیا، اور اس رقم سے کوئی کمائی نہیں کی، البتہ اپنی طرف سے رب المال کو نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مضارب اس خیانت کی وجہ سے گناہ گار ہے اور سرمایہ کا ضامن ہے، اور اس پر واجب ہے کہ اس گناہ سے توبہ کرے اور رب المال کو پورا سرمایہ واپس کردے۔

رب المال کو اگر اس خیانت کا علم ہے تو اس کے لئے نفع کے نام سے رقم لینا ناجائز اور حرام ہے، اور لی ہوئی رقم مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، اور علم نہ ہونے کی صورت میں معذور ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''روپیہ بنام تجارت گرفتن و تجارت الخ'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال نمبر ۴۲۸: اگر کسی شخص سے روپیہ اس واسطے لیا گیا ہو کہ تجارت کریں گے اور وہ روپیہ تجارت میں لینے والے نے نہیں لگایا بلکہ اپنے کام میں صرف کر لیا گیا، سال تمام میں لینے والا اس کو کچھ روپیہ دیدے کہ یہ نفع کی بابت ہے اور روپیہ والے کو اس کی خبر نہ ہو تو وہ نفع کی بابت روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بے خبری میں معذور ہے لیکن خبر ہونے کی صورت میں لینا جائز نہیں اور جس نے یہ دھوکہ دیا ہے اس کو ہر حال میں گناہ ہوا، اور اس کو اس کا نفع حلال نہیں، اور وہ مقروض ہے، مال والے کا روپیہ واپس کرنا اس کو واجب ہے۔ ۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ (امداد الفتاوی ۳/۴۲۱)

قال الامام النسفی رحمه الله تعالیٰ: کتاب المضاربة هی شرکة بمال من جانب و عمل من جانب و المضارب أمین و بالتصرف وکیل و بالربح شریک و بالفساد أجیر و بالخلاف غاصب (البحر الرائق ۷/۲۶۳)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: (کتاب المضاربة (هی)…. (عقد شرکة فی الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و

رکنها الایجاب و القبول و حکمها) انواع لأنها (ایداع ابتداء) و من حیل الضمان أن یقرضه المال الا درهما ثم یعقد شرکة عنان بالدرهم و بما أقرضه علی أن یعملا و الربح بینهما ثم یعمل المستقرض فقط فان هلک فالقرض علیه (و توکیل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شرکة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصیرورته غاصبا بالمخالفة(الشامیة ۵/۶۴۵،۶۴۶)

و قال العلامة الرافعی رحمه الله تعالیٰ: (قول المصنف: ایداع ابتداء) أی فقط فلا ینافی أنها کذلک بقاء و المراد بالایداع الأمانة و یدل علیه قول الکنز و المضارب أمین و بالتصرف الخ لا حقیقة الایداع (التقریرات ۲۴۰، الشامیة:۵)

و قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (لا) یملک (المضاربة) و الشرکة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأیک) اذ الشیء لا یضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قیل له ذلک) أی اعمل برأیک لأنهما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم (ما لم ینص) المالک (علیهما) فیملکهما و ان استدان کانت شرکة وجوه و حینئذ (فلو اشتری بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قیل له ذلک فهو متطوع) لأنه لا یملک الاستدانة بهذه المقالة(الشامیة ۵/۶۴۹،۶۵۰)

(۲) مضارب نے خیانت اور غصب کے بعد اس سرمایہ سے کمائی کی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ ساری کمائی ارباح فاسدہ میں داخل اور حرام ہے، مضارب پر واجب ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ یہ پوری کمائی بھی رب المال کو واپس کردے۔ رب المال کے لئے اصل سرمایہ کے ساتھ اس کمائی اور نفع کا لینا اور استعمال کرنا جائز اور حلال ہے۔

(وَهٰذَا الْخُبثُ يُعمَلُ فِيمَا يَتَعَيَّنُ) وَهُوَ الكُرُّ لَا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَالأَلفِ مَثَلًا (فَيَكُونُ سَبِيلُهُ التَّصَدُّقَ فِي رِوَايَةٍ وَيَرُدُّهُ عَلَيهِ فِي رِوَايَةٍ) أُخرىٰ (وَهِيَ الأَصَحُّ لِأَنَّ الخُبثَ لِحَقِّ الأَصِيلِ) لَا لِحَقِّ الشَّرعِ فَيَرُدُّهُ إِلَيهِ لِيَصِلَ إِلَى حَقِّهِ (لِأَنَّ الحَقَّ لَهُ) وَهٰذَا يُفِيدُ أَنَّهُ يَطِيبُ لَهُ فَقِيرًا كَانَ أَو غَنِيًّا، وَفِيهِ رِوَايَتَانِ وَالأَوجَهُ طِيبُهُ لَهُ وَإِن كَانَ غَنِيًّا لِمَا ذَكَرنَا مِن أَنَّ الحَقَّ لَهُ (إِلَّا أَنَّهُ استِحبَابٌ لَا جَبرٌ) لِأَنَّ المِلكَ لِلكَفِيلِ. وَ

اعلَم أنَّهُ تكرَّرَ فِي هَذِهِ المَسألَةِ مُقَابَلَةُ الاستِحبَابِ بِالحُكمِ فَقَالَ أَوَّلاً أَحَبُّ إِلَيَّ أَن يَرُدَّهُ وَلَا يَجِبُ فِي الحُكمِ : أي فِي القَضَاءِ .

وَثَانِيًا لَكِنَّهُ استِحبَابٌ لَا جَبرٌ : يَعنِي لَا يُجبِرُهُ الحَاكِمُ عَلَى ذَلِكَ فَإِذَا كَانَ المُرَادُ بِالاستِحبَابِ مَا يُقَابِلُ جَبرَ القَاضِي يَكُونُ المَعنَى لَا يُجبِرُهُ القَاضِي وَلَكِن يَفعَلُهُ هُوَ وَلَا يَلزَمُ مِن عَدَمِ جَبرِ القَاضِي عَدَمُ الوُجُوبِ فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّٰهِ تَعَالَى إذ قَد عُرِفَ أَنَّ المُرَادَ بِالاستِحبَابِ عَدَمُ جَبرِ القَاضِي عَلَيهِ فَجَازَ أَن يَكُونَ وَاجِبًا فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّٰهِ تَعَالَى وَهُوَ مُستَحَبٌّ فِي القَضَاءِ غَيرُ مَجبُورٍ عَلَيهِ وَالعِبَارَةُ المَنقُولَةُ عَن فَخرِ الإِسلَامِ فِي وَجهِ قَولِ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الاستِحسَانُ .قَالَ : وَوَجهُ الاستِحسَانِ أَنَّ مَا قَبَضَهُ الكَفِيلُ مَملُوكٌ لَهُ مِلكًا فَاسِدًا مِن وَجهٍ فَإِنَّ لِلأَصِيلِ استِردَادَهُ حَالَ قِيَامِ الكَفَالَةِ بِقَضَائِهِ بِنَفسِهِ وَاستِردَادُ المَقبُوضِ حَالَ قِيَامِ العَقدِ حُكمُ مِلكٍ فَاسِدٍ كَمَا فِي البَيعِ الفَاسِدِ وَإِنَّمَا قُلنَا: حَالَ قِيَامِ الكَفَالَةِ لِأَنَّ الكَفَالَةَ لَا تَبطُلُ بِأَدَاءِ الأَصِيلِ وَلَكِن تَنتَهِي كَمَا لَو أَدَّى الكَفِيلُ بِنَفسِهِ فَكَانَ المَقبُوضُ مِلكًا فَاسِدًا مِن وَجهٍ صَحِيحًا مِن وَجهٍ وَلَو كَانَ فَاسِدًا مِن كُلِّ وَجهٍ بِأَن اشتَرَى مَكِيلًا أَو مَوزُونًا مِلكًا فَاسِدًا وَرَبِحَ فِيهِ يَجِبُ التَّصَدُّقُ بِالرِّبحِ أَو الرَّدُّ عَلَى المَالِكِ لِأَنَّ الخُبثَ كَانَ لَحِقَهُ فَيَزُولُ بِالرَّدِّ عَلَيهِ كَالغَاصِبِ إِذَا أَجَّرَ المَغصُوبَ ثُمَّ رَدَّهُ فَإِنَّ الأَجرَ لَهُ يَتَصَدَّقُ بِهِ أَو يَرُدُّهُ عَلَى المَغصُوبِ مِنهُ فَكَذَا فِي المِلكِ الفَاسِدِ مِن كُلِّ وَجهٍ .وَلَو كَانَ المِلكُ صَحِيحًا مِن كُلِّ وَجهٍ لَا يَجِبُ التَّصَدُّقُ بِالرِّبحِ وَلَا رَدُّهُ فَإِذَا فَسَدَ مِن وَجهٍ وَصَحَّ مِن وَجهٍ يَجِبُ التَّصَدُّقُ أَو الرَّدُّ عَلَى الأَصِيلِ عَمَلًا بِالشَّبَهَينِ بِقَدرِ الإِمكَانِ ظَاهِرَةً فِي وُجُوبِ رَدِّهِ فِيمَا بَينَهُ وَبَينَ اللّٰهِ تَعَالَى أَو التَّصَدُّقِ بِهِ غَيرَ أَنَّهُ تَرَجَّحَ الرَّدُّ هَذَا كُلُّهُ إِذَا أَعطَاهُ عَلَى وَجهِ القَضَاءِ فَلَو أَعطَاهُ عَلَى وَجهِ الرِّسَالَةِ إِلَى الطَّالِبِ فَتَصَرَّفَ وَرَبِحَ صَارَ مُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي أَنَّهُ لَا يَطِيبُ لَهُ الرِّبحُ وَطَابَ لَهُ عِندَ أَبِي يُوسُفَ لِمَا عُرِفَ فِيمَن غَصَبَ مِن إِنسَانٍ مَالًا وَرَبِحَ فِيهِ يَتَصَدَّقُ بِالفَضلِ فِي قَولِهِمَا لِأَنَّهُ استَفَادَهُ مِن أَصلٍ خَبِيثٍ وَيَطِيبُ لَهُ فِي قَولِ أَبِي يُوسُفَ مُستَدِلًّا بِحَدِيثِ "الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" . (فتح القدير ۷ / ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ط: رشیدیه ، کوئٹه)

﴿متبادل﴾

ہر رب المال سے صراحۃً اقراض کی اجازت لی جائے۔

و قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (لا) يملك (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيك) اذ الشيء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلك) أي اعمل برأيك لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا في التعميم (ما لم ينص) المالك (عليهما) فيملكهما و ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلك فهو متطوع) لأنه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ۵/۶۴۹،۶۵۰)

﴿ناجائز امر نمبر ۸﴾

مضارب کے لئے اصل سرمایہ سے زیادہ قرض لے کر کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں، جبکہ مروجہ اکثر تجارتی ادارے جیسے نام نہاد اسلامی بینک اور کمپنیاں اصل سرمایہ سے زیادہ سامان ادھار پر لے کر کاروبار کرتے ہیں۔

﴿متبادل﴾

اگر ارباب الاموال کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ نقصان کی صورت میں اس ادھار کا نفع بھی تم کو ملے گا اور نقصان بھی تم پر ہی پڑے گا تو پھر یہ جائز ہے اگر صراحۃً اجازت لی جائے۔

﴿مضاربہ کے شرعی اُصول﴾

جو احباب شرعی بنیادوں پر مضاربہ ومشارکہ کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے درج ذیل اصولوں کی پاسداری ضروری ہے۔

(۱) مضاربت میں ایک فریق مال لگاتا ہے، دوسرا عمل کرتا ہے، مال دینے والے کو رب المال اور عمل کرنے والے کو مضارب کہا جاتا ہے اور جو نفع حاصل ہوتا ہے اس میں دونوں طے شدہ نسبت

سے شریک ہوتے ہیں۔

قال العلامة التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ :وشرعاً عقد شركة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب.(الدر المختار ۶۴۵/۵ ،سعيد)

وقال ايضاً : وكون الربح بينهما شائعاً. (الدر المختار ۶۴۸/۵ ،سعيد)

(۲) جب تک مضارب سرمایہ کاروبار میں خرچ نہ کرے اس کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے لہٰذا اس پر امانت کے تمام احکام جاری ہونگے ،اگر سرمایہ کو ذاتی کام وغیرہ میں لگائے گا تو یہ غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق مضارب سے ہوگا ،رب المال کے ساتھ نہ ہوگا۔

البتہ چونکہ یہ منافع حرام ہیں اس لئے نفع کی صورت میں مضارب پر لازم ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ ان تمام منافع کو بھی رب المال کے حوالے کردے۔

اور اگر مضارب نے اس مال کو سرے سے کاروبار میں لگایا ہی نہیں اور نہ ہی اس سے مال کمایا لیکن رب المال کو ہر ماہ کچھ نفع کے نام سے دیتا رہا تو اگر رب المال کو اس کا علم نہیں تو معذور ہے اور علم کے بعد لینا جائز نہیں اگر لیا تو مضارب کو واپس کرنا واجب ہے۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : وحكمها أنواع لأنها ايداع ابتداءً(وبعد سطر) وعه غصب ان خالف وان أجاز رب المال بعد لصيرورته غاصبا بالمخالفة.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله بالمخالفة فالربح للمضارب لكنه غير طيب عند الطرفين رحمهما الله تعالیٰ در منتقى.(رد المحتار ۶۴۶/۵ ،سعيد)

وفی المحيط البرهانی : وان اشترى به خارج الكوفة، وباع وربح، أو وضع، فاربح لـه، والـوضيعة عليه، لأنه صار مخالفاً غاصباً متصرفاً بغير أمر المالك ،فيكون الربح لـه، والوضيعة عليه، قال فی الاصل فی هذه المسألة : ويتصدق بالربح عند أبی حنيفة ومحمد رحمهما الله.(المحيط البرهانی ۱۲۹/۱۸ ،ط: ادارة القرآن)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : لو تصرف فی المغصوب والو ديعة بـن بـاعـه وربـح فيه اذا كان ذلك متعينا بالاشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أوا

لغصب ونقدها يعني يتصدق بربح حصل فيهما اذا كانا مما يتعين بالاشارة الخ.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله: إذا كان متعينا بالاشارة وذلك كالعروض فلا يحل له الربح: أى ولو بعد ضمان القيمة.قال الزيلعي: فإن كان مما يتعين لا يحل له التناول منه قبل ضمان القيمة وبعده يحل إلا فيما زاد على قدر القيمة وهو الربح فإنه لا يطيب له ويتصدق به.وفي القهستاني: وله أن يؤديه إلى المالك ويحل له التناول لزوال الخبث.(رد المحتار ۱۸۹/۲)

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ : (لأن الحق له) وهذا يفيد أنه يطيب له فقيراً كان أو غنياً، وففيه روايتان، والأ وجه طيبه له وان كان عنيا لما ذكرنا من ...... أن الحق له.

وفي العانية : فاذا رد عليه فان كان فقيراً طالب له، وان كان غنيا فقيه ...... روايتان، قال الامام فخر الاسلام،والأشبه يطيب له لأنه انما رد عليه باعتبار أنه حقهٔ.(فتح القدير ۱۹٦/۷ ،ط:رشيديه)

وفي الهداية وهذا الخبث يعمل فيما يتعين فيكون سبيله التصدق في رواية ويرده وليه في رواية لأن الخبث لحقه وهذا اصح لكنه استحباب لاجبر لأن الحق له.(هداية ۳...... ۱۲۹ ،رحمانيه)

قال العلامة العيني رحمه الله تعالى : لو أدى أى الغاصب الغلة اليه أى ابى المالك مع أداء العبد يباح له التناول فيزول الخبث بالأداء اليه أو الى المالك، لأن الخبث كان لحق المالك فيزول بالصرف اليه، قيل هذا اذا كان فقيراً، وان كان غنيا فيه روايتان، قال شيخ الاسلام رحمه الله على الدين الاسبيجابى فى شرح الكافي والصحيح أنه يجوز الصرف الى المالك وان كان غنياً عوضا عن الهلاك لما قلنا.(البنايه شرح الهداية ۲۳۳/۱۰ ،ط:رشيديه)

(۳) مضارب کاروبار میں مال خرچ کرنے کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا رب المال (مؤکل) کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

مضاربتِ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ نفع ونقصان سارا کا سارا رب المال کا ہوگا اور مضارب کو نفع کی

صورت میں اجرِ مثل ملے گا، بشرطیکہ وہ اجرِ مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ نہ ہو، اگر اجرِ مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ بن رہا ہو تو نفع ہی ملے گا نہ کہ اجرِ مثل، اور نقصان کی صورت میں صرف اجرِ مثل ملے گا۔

وفي حاشية الطحطاوي رحمه الله تعالى : وتوكيل مع العمل) حتى يرجع بما لحقهُ من العهدة...... عليه مخ(حاشيه الطحطاوى على الدر ۳/۳۵۲،ط:رشيديه)

وفي الهندية : المُضَارِبُ إذَا عَمِلَ فِي المُضَارَبَةِ الفَاسِدَةِ وَرَبِحَ يَكُونُ جَمِيعُ الرِّبحِ لِرَبِّ المَالِ وَلِلمُضَارِبِ أجرُ مِثلِهِ فِيمَا عَمِلَ لا يُزَادُ عَلَى المُسَمَّى فِي قَولِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَإِن لَم يَربَح المُضَارِبُ كَانَ لَهُ أجرُ مِثلِهِ كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَان .هَذَا جَوَابُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَذَا فِي المُحِيطِ .وَلَو كَانَت صَحِيحَةً فَلَم يَربَح المُضَارِبُ لا شَيءَ لَهُ وَلَو هَلَكَ المَالُ فِي المُضَارَبَةِ الفَاسِدَةِ عِندَ المُضَارِبِ لا يَضمَنُ المُضَارِبُ كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَان .وَلَهُ أجرُ مِثلِهِ فِيمَا عَمِلَ كَذَا فِي المَبسُوطِ وَاللَّهُ أعلَمُ .(هندية ۲۸۸/۴،ط:رشيديه)

(۴) بسا اوقات ایک مضارب کو متعدد افراد مال دیتے ہیں ایسی صورت میں تمام ارباب الاموال کے درمیان شرکتِ عنان کا معاملہ وجود میں آجائے گا لہٰذا ان کے درمیان شرکتِ عنان والے احکام کی پابندی کی جائے گی۔

لہٰذا درج ذیل دو حکموں کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) اگر مضارب نے ان ارباب الاموال کے ساتھ شرح نفع کا تناسب مختلف رکھا تو یہ جائز ہے۔

(۲) کاروبار شروع ہونے کے بعد اگر کوئی کاروبار میں شریک ہونے کے لئے آئے یا قدیم ارباب الاموال میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کی طرف سے عروض اور سامان اور ان کی طرف سے نقد رقم ہے، اس لئے حضراتِ حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں، البتہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس شرط سے جائز ہے کہ بوقت عقد شرکاء کے عروض اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے،

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ابتلائے عام کی وجہ سے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا مالکیہ کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے۔

اس کا اہتمام ضروری ہے کہ ہر نئے آنے والے کے لئے اس وقت کے تمام اثاثوں کی قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے۔

تنبیہ : عام طور پر اس پر عمل نہیں ہوتا اور جس کا سرمایہ مثلاً دس لاکھ اگر ایک سال سے کاروبار میں استعمال ہو رہا ہے، سال کے بعد بھی یہی دس لاکھ کے تناسب سے نئے لوگوں کو شریک کیا جاتا ہے حالانکہ یہ کسی بھی مذہب میں جائز نہیں بلکہ اس صورت میں ضرور ایک کا مال دوسرے کو ناحق طریقے پر کھلایا جاتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَإمَّا عِنَانٌ بالكَسرِ وَتُفتَحُ إن تَضَمَّنَت وَكَالَةً فَقَط بَيَانٌ لِشَرطِهَا فَتَصِحُّ مِن أهلِ التَّوكِيلِ كَصَبِيٍّ وَمَعتُوهٍ يَعقِلُ البَيعَ وَإن لَم يَكُن أهلًا لِلكَفَالَةِ لِكَونِهَا لَا تَقتَضِي الكَفَالَةَ بَل الوَكَالَةَ وَ لِذَا تَصِحُّ عَامًّا وَخَاصًّا وَمُطلَقًا وَمُؤَقَّتًا وَ مَعَ التَّفَاضُلِ فِي المَالِ دُونَ الرِّبحِ وَعَكسِهِ وَبِبَعضِ المَالِ دُونَ بَعضٍ (الدر المختار ۴/۳۱۱، ط:سعید)

قال في الهندية : اشترطا الربح بينهما على السواء أو على التفاضل فان البرح بينهما على الشرط، والو ضيعة ابدا على قدر رؤس اموالهما كذا في السراج الوهاج.(هندية ۲/۳۲۰)

وفي المغني لا بن قدامة الحنبلي رحمه الله تعالى :فاما العروض فلا تجوز الشركه فيها في ظاهر المذهب نص عليه احمد (وبعد اسطر)وَعَن أحمَدَ رِوَايَةٌ أُخرَى أنَّ الشَّرِكَةَ وَالمُضَارَبَةَ تَجُوزُ بِالعُرُوضِ وَتُجعَلُ قِيمَتُهَا وَقتَ العَقدِ رَأسَ المَالِ .قَالَ أحمَدُ : إذَااشتَرَكَا فِي العُرُوضِ يُقَسَّمُ الرِّبحُ عَلَى مَا اشتَرَطَا

(المغني لا بن قدامة ۷/۱۲۳، ۱۲۴، ط: هجر)

(۵) رب المال مال مکمل طور پر مضارب کے سپرد کر کے اس کو تصرف کا پورا اختیار دے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : وكونهٗ مسلماً الى المضارب ليمكنه

التصرف. (الدر المختار ۶۴۸/۵، ط: سعید)

(۶) رب المال اور مضارب دونوں کا حصہ فیصد کے اعتبار سے حاصل شدہ نفع سے مقرر کرنا ضروری ہے، رأس المال کے نسبت سے مقرر کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح کسی فریق کے لئے نفع کا کائی خاص حصہ مقرر کرنا بھی جائز نہیں ورنہ مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

تنبیہ : بعض کمپنیوں میں جو مضارب یا رب المال یا کسی شریک کے لئے اجرت اور تنخواہ مقرر کر لی جاتی ہے وہ جائز نہیں اور اس کی وجہ سے یہ مضاربت اور شرکت فاسد ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَكَونُ الرِّبحِ بَينَهُمَا شَائِعًا فَلَو عَيَّنَ قَدرًا فَسَدَت وَكَونُ نَصِيبِ كُلٍّ مِنهُمَا مَعلُومًا عِندَ العَقدِ.

وَمِن شُرُوطِهَا : كَونُ نَصِيبِ المُضَارِبِ مِن الرِّبحِ حَتَّى لَو شَرَطَ لَهُ مِن رَأسِ المَالِ أَو مِنهُ وَمِن الرِّبحِ فَسَدَت وَفِي الجَلَالِيَّةِ كُلُّ شَرطٍ يُوجِبُ جَهَالَةً فِي الرِّبحِ أَو يَقطَعُ الشَّرِكَةَ فِيهِ يُفسِدُهَا وَإِلَّا بَطَلَ الشَّرطُ وَصَحَّ العَقدُ اعتِبَارًا بِالوَكَالَةِ.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى :قوله: في الربح كما إذا شرط له نصف الربح أو ثلثه بأو الترديدية س. قوله:فيه كما لو شرط لاحدهما دراهم مسماة س. (رد المحتار ۶۴۸/۵، ط: سعید)

(۷) اگر رب المال نے مضارب کو مال ''مضاربہ مطلقہ'' کی بنیاد پر دیا یعنی یہ شرط نہیں لگائی کہ فلاں شہر میں فلاں جنس مثلاً کپڑے کا کاروبار کرو گے تو مضارب اس میں عام تاجروں کی طرح تصرف کر سکتا ہے یعنی نقد فروخت کرے یا ادھار بشرطیکہ ادھار متعارف ہو اور ایسی صورت میں یہ مال مضاربت اور شرکت پر بھی دے سکتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَيَملِكُ المُضَارِبُ فِي المُطلَقَةِ الَّتِي لَم تُقَيَّد بِمَكَانٍ أَو زَمَانٍ أَو نَوعِ البَيعَ وَلَو فَاسِدًا بِنَقدٍ وَنَسِيئَةٍ مُتَعَارَفَةٍ وَالشِّرَاءَ وَالتَّوكِيلَ بِهِمَا وَالسَّفَرَ بَرًّا وَبَحرًا (الدر المختار ۶۴۸/۵)

(۸) مضاربت میں یہ شرط لگانا کہ رب المال بھی کام کرے گا مفسدِ عقد ہے، البتہ تبرعاً کام کر سکتا ہے۔

(۹) مضارب کوغبن فاحش سے سامان خریدنے کا حق مضاربہ مطلقہ میں بھی حاصل نہیں، لہٰذا ایسی خریداری رب المال پر لازم نہ ہوگی بلکہ خود مضارب کے لئے ہوگی اور اس کا نفع اور نقصان دونوں مضارب کے ہونگے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ولو اشترى بما لا يتغابن الناس في مثله يكون مخالفا وان قيل له اعمل برأيك.(رد المحتار ۱۴۹/۵، ط:سعيد)

(۱۰) مضارب تجارتی سفر میں کرایہ کھانے پینے اور عادتِ تجار کے مطابق پھل وغیرہ اخراجات مالِ مضاربت سے لے سکتا ہے اور اقامت وحضر میں کسی قسم کے اخراجات بدوں صریح اجازت کے نہیں لے سکتا۔

بدن کی اصلاح کے لئے دوا، تیل، سرمہ اور خضاب وغیرہ اخراجات حالتِ سفر اور حالتِ حضر دونوں میں نہیں لے سکتا البتہ اگر صریح اجازت ہوتو یہ اخراجات بھی لے سکتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَإِذَا سَافَرَ وَلَو يَومًا فَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَكِسوَتُهُ وَرَكُوبُهُ بِفَتحِ الرَّاءِ مَا يُركَبُ وَلَو بِكِرَاءٍ وَكُلُّ مَا يَحتَاجُهُ عَادَةً أي فِي عَادَةِ التُّجَارِ بِالمَعرُوفِ فِي مَالِهَا لَو صَحِيحَةً لَا فَاسِدَةً ؛ لِأَنَّهُ أُجِيرٌ فَلَا نَفَقَةَ لَهُ كَمُستَبضَعٍ وَوَكِيلٍ وَشَرِيكٍ كَافِي وَفِي الأَخِيرِ خِلَافٌ وَإِن عَمِلَ فِي المِصرِ سَوَاءٌ وُلِدَ فِيهِ أَو اتَّخَذَهُ دَارًا فَنَفَقَتُهُ فِي مَالِهِ كَدَوَائِهِ عَلَى الظَّاهِرِ(الدر المختار ۶۵۷/۵)

(۱۱) اگر مضاربت میں نقصان ہو جائے تو پہلے اس نقصان کا ازالہ اب تک حاصل شدہ نفع سے کیا جائے گا (خواہ نفع تقسیم کر دیا گیا ہو یا موجود ہو) اگر نفع سے نقصان زیادہ ہے تو وہ صرف رب المال کے ذمہ ہوگا مضارب کو اس کا ضامن بنانا درست نہیں، بلکہ یہ شرط لغو ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَمَا هَلَكَ مِن مَالِ المُضَارَبَةِ يُصرَفُ إِلَى الرِّبحِ ؛ لِأَنَّهُ تَبَعٌ فَإِن زَادَ الهَالِكُ عَلَى الرِّبحِ لَم يَضمَن وَلَو فَاسِدَةً مِن عَمَلِهِ ؛ لِأَنَّهُ أَمِينٌ وان قسم الربح وبقيت المضاربة ثم هلك المال أو بعضه ترادا الربح ليأخذ المالك رأس المال وما فضل بيهما وان نقص لم يضمن لما مر.(رد المحتار ۶۵۶/۵، ط:سعيد)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى :كل شرط يوجب جهالة في الربح أو يقطع الشركة فيه يفسدها والا بطل الشر وصح العقد.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله وبطل الشرط كشرط الخسران على المضارب س.(رد المحتار ٥/٦٤٨،ط:سعيد)

وفي مجمع الانهر : يَبطُلُ الشَّرطُ لِأَنَّهُ لا يُفضِي إِلَى جَهَالَةِ حِصَّةِ العَمَلِ إذ نَصِيبُهُ مِن الرِّبحِ مُقَابَلٌ بِعَمَلِهِ لا غيرُ وَلا جَهَالَةَ فِيهِ كَشَرطِ الوَضِيعَةِ وَهِيَ الخُسرَانُ عَلَى المُضَارِبِ لِأَنَّ الخُسرَانَ جُزءٌ هَالِكٌ مِن المَالِ فَلا يَجُوزُ أَن يَلزَمَ غَيرَ رَبِّ المَالِ لَكِنَّهُ شَرطٌ زَائِدٌ لا يُوجِبُ قَطعَ الشَّرِكَةِ فِي الرِّبحِ وَلا الجَهَالَةَ فِيهِ فَلا يُفسِدُ المُضَارَبَةَ ؛ لِأَنَّهَا لا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ كَالوَكَالَةِ(مجمع الانهر ٣/٤٤٦،ط:دار الكتب العلمية ،بيروت)

(۱۲) اگر مضاربت ختم کرنے کی مدت متعین کرلی تو اس مدت پر جاکر عقدِ مضاربت ختم ہو جائے گا یعنی مضارب کے لئے مزید سامان خریدنے کی اجازت نہ ہوگی اور مکمل حساب کرنے کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) مضارب کو اتنا وقت مزید دیا جائے تاکہ موجود خریدا ہوا پورا سامان فروخت ہوکر نقد کی صورت میں تبدیل ہوجائے۔

(۲) جو سامان موجود ہے اس کو باہمی رضامندی سے مضارب یا رب المال خرید لے اور نفع کا حساب کرکے طے شدہ نسبت سے نفع تقسیم کریں۔

(۳) اگر ارباب الاموال کئی ہیں تو کسی ایک رب المال کے حصے کا سامان دوسرا رب المال بھی باہمی رضامندی سے خریدے اور نفع کو طے شدہ شرح سے تقسیم کریں۔

و في الجوهرة النيرة : و كذلك اذا وقت للمضاربة مدة معلومة بعينها جاز و بطل العقد بمضيها لأنها توكيل فتوقت بما وقته.

(الجوهرة النيرة ١/٦٢٨،و كذا في الدر، الشاميه ٥/٦٥٠،ط : سعيد)

(۱۳) اگر انتہاءِ مضاربت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوا اور رب المال نے مضارب کو معزول کردیا تو وہ معزول ہوجائے گا، اب اگر مال عروض کی صورت میں ہو تو مضارب پر لازم ہے

کہ اس کو فروخت کر کے نقدی بنا دے اور دوبارہ اس نقدی سے سامان نہ خریدے البتہ اگر مدت کی شرط لگائی ہے تو اس مدت کے ختم ہونے سے قبل بلاوجہ معزول کرنے کا اختیار نہ ہوگا، ہاں! اگر مال کو برباد یا ضائع کرنے کا خطرہ ہو تو معزول کرسکتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَيَنعَزِلُ بِعَزلِهِ ؛ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ إن عَلِمَ بِهِ بِخَبَرِ رَجُلَينِ مُطلَقًا أَو فُضُولِيٍّ عَدلٍ أَو رَسُولٍ مُمَيِّزٍ وَإِلَّا يعلَم لا يَنعَزِلُ فَإِن عَلِمَ بِالعَزلِ وَلَو حُكمًا كَمَوتِ المَالِكِ وَلَو حُكمًا وَالمَالُ عُرُوضٌ هُوَ هُنَا مَا كَانَ خِلَافَ جِنسِ رَأسِ المَالِ فَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ هُنَا جِنسَانِ بَاعَهَا وَلَو نَسِيئَةً وَإِن نَهَاهُ عَنهَا ثُمَّ لَا يَتَصَرَّفُ فِي ثَمَنِهَا وَلَا فِي نَقدٍ مِن جِنسِ رَأسِ مَالِهِ وَيُبَدِّلُ خِلَافَهُ بِهِ استِحسَانًا لِوُجُوبِ رَدِّ جِنسِهِ وَلِيُظهِرَ الرِّبحَ(الدر المختار ۵/۲۵۵،ط:سعيد)

وفي الجوهرة النيرة : قَولُهُ : وَإِذَا عَزَلَ رَبُّ المَالِ المُضَارِبَ فَلَم يَعلَم بِعَزلِهِ حَتَّى اشتَرَى وَبَاعَ فَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ ؛ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مِن جِهَتِهِ وَعَزلُ الوَكِيلِ قَصدًا يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلمِهِ

قَولُهُ : وَإِن عَلِمَ بِعَزلِهِ وَالمَالُ عُرُوضٌ فَلَهُ أَن يَبِيعَهَا وَلَا يَمنَعُهُ العَزلُ عَن ذَلِكَ لِأَنَّ المُضَارَبَةَ قَد تَمَّت بِالشِّرَاءِ وَصَحَّت فَلَا يَجُوزُ لَهُ العَزلُ بَعدَ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ قَد ثَبَتَ فِي الرِّبحِ وَإِنَّمَا يَظهَرُ بِالقِسمَةِ وَهِيَ تُبتَنَى عَلَى رَأسِ المَالِ وَإِنَّمَا يَنِضُّ بِالبَيعِ . قَولُهُ : ثُمَّ لَا يَجُوزُ أَن يَشتَرِيَ بِثَمَنِهَا شَيئًا آخَرَ يَعنِي العُرُوضَ إِذَا بَاعَهَا ؛ لِأَنَّهَا قَد صَارَت نَقدًا .(الجوهرة النيرة ۱/۲۳۳،ط:قديمي)

(۱۴) مضارب یا رب المال میں سے ایک کے مرنے سے عقدِ مضاربت باطل ہو جائے گا اگر مضارب مر گیا اور مال عروض کی شکل میں تھا تو مضارب کا وصی یا رب المال اس کو فروخت کر دے اور رأس المال وصول کر کے زائد رقم طے شدہ نفع کے مطابق تقسیم کر دے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وَتَبطُلُ المُضَارَبَةُ بِمَوتِ أَحَدِهِمَا لِكَونِهَا وَكَالَةً وَكَذَا بِقَتلِهِ وَحَجرٍ يَطرَأُ عَلَى أَحَدِهِمَا وَبِجُنُونِ أَحَدِهِمَا مُطبَقًا قُهُستَانِيٌّ .

وَفِي البَزَّازِيَّةِ : مَاتَ المُضَارِبُ وَالمَالُ عُرُوضٌ بَاعَهَا وَصِيُّهُ وَلَو مَاتَ رَبُّ المَالِ وَالمَالُ نَقدٌ تَبطُلُ فِي حَقِّ التَّصَرُّفِ وَلَو عَرَضًا تَبطُلُ فِي حَقِّ المُسَافَرَةِ لَا التَّصَرُّفِ فَلَهُ بَيعُهُ بِعَرَضٍ وَنَقدٍ (الدر المختار ۵/۶۵۴،ط:سعيد)

(۱۵) مضارب رب المال کا وکیل ہے اور وکیل کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ وکیل اپنے نفس اور اصول و فروع سے عقد نہیں کر سکتا، البتہ مؤکل یہ کہہ دے کہ "جس سے چاہو معاملہ کر سکتے ہو" تو اصول و فروع سے عقد صحیح ہے مگر اپنے نفس اور اولادِ صغار سے عقد صحیح نہیں، ہاں اگر مؤکل عقد بالنفس والولد الصغیر کی بھی صراحۃً اجازت دیدے تو اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ اس میں جواز اور عدمِ جواز دونوں قول ہیں، قولِ جواز اسہل اور عدمِ جواز احوط ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۲۴۷ بتغییر)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: لَا يَعقِدُ وَكِيلُ البَيعَ وَ الشِّرَاءَ وَ الإِجَارَةَ وَ الصَّرفَ وَ السَّلَمَ وَ نَحوَهَا مَعَ مَن تُرَدُّ شَهَادَتُهُ لَهُ لِلتُّهمَةِ وَ جَوَّزَاهُ بِمِثلِ القِيمَةِ إِلَّا مِن عَبدِهِ وَ مُكَاتَبِهِ إِلَّا إِذَا أَطلَقَ لَهُ المُوَكِّلُ كَبِع مِمَّن شِئتَ فَيَجُوزُ بَيعُهُ لَهُم بِمِثلِ القِيمَةِ اتِّفَاقًا كَمَا يَجُوزُ عَقدُهُ مَعَهُم بِأَكثَرَ مِنَ القِيمَةِ اتِّفَاقًا، أي بَيعُهُ لا شِرَاؤُهُ بِأَكثَرَ مِنهَا اتِّفَاقًا كَمَا لَو بَاعَ بِأَقَلَّ مِنهَا بِغَبنٍ فَاحِشٍ لا يَجُوزُ اتِّفَاقًا وَ كَذَا بِيَسِيرٍ عِندَهُ خِلَافًا لَهُمَا، ابنُ مَلَكٍ وَ غَيرُهُ . وَ فِي السِّرَاجِ : لَو صَرَّحَ بِهِم جَازَ إِجمَاعًا إِلَّا مِن نَفسِهِ وَ طِفلِهِ وَ عَبدِهِ غَيرِ المَديُونِ .

و قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله: إلا من نفسه، و في السراج: لو أمره بالبيع من هؤلاء فإنه يجوز إجماعا إلا أن يبيعه من نفسه أو ولده الصغير أو عبده و لا دين عليه فلا يجوز قطعا و إن صرح به الموكل اهـ منح.

الوكيل بالبيع لا يملك شرائه لنفسه لان الواحد لا يكون مشتريا و بائعا فيبيعه من غيره ثم يشتريه منه و إن أمره الموكل أن يبيعه من نفسه و أولاده الصغر أو ممن لا تقبل شهادته فباع منهم جاز. بزازية. كذا في البحر. و لا يخفى ما بينهما من المخالفة، و ذكر مثل ما في السراج في النهاية عن المبسوط، و مثل ما في البزازية في الذخيرة عن الطحاوي، و كأن في المسألة قولين خلافا لمن ادعى أنه لا مخالفة بينهما. (رد المحتار ۵/۵۲۱، ط:سعيد)

(۱۶) عقد مضاربت کے اختتام پر اگر مضارب پر دین اور قرض ہو تو دین کی وصولی پر مضارب کو مجبور کیا جائے گا۔

مضارب اگر لوگوں سے دیون وصول کرلے تو مضارب کی آمدورفت کے خرچ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو خرچ مضارب پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ مضاربت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمدورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ گیا تو زائد مقدار مضارب کے ذمہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: افتَرَقَا وَ فِي المَالِ دُيُونٌ وَ رِبحٌ يُجبَرُ المُضَارِبُ عَلَى اقتِضَاءِ الدُّيُونِ إذ حِينَئِذٍ يَعمَلُ بِالأُجرَةِ وَ إِلَّا رَبِحَ لَا جَبرَ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ مُتَبَرِّعٌ.

و قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله: إذ حينئذ عبارة البحر: لانه كالاجير و الربح كالاجرة و طلب الدين من تمام تكملة العمل فيجبر عليه.

قوله: (بالأجرة) ظاهره و لو كان الربح قليلا، قال في شرح الملتقى: و مفاده أن نفقة الطلب على المضارب و هذا لو الدين في المصر و إلا ففي مال المضاربة.

قال في الهندية: و إن طال سفر المضارب و مقامه حتى أتت النفقة في جميع الدين: فإن فضل على الدين حسب له النفقة مقدار الدين و ما زاد على ذلک يكون على المضارب. كذا في المحيط، ط. (رد المحتار ۵/۶۵۶، ط:سعيد)

(۱۷) رب المال کی صریح اجازت کے بغیر مضارب نہ مالِ مضاربت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مضاربت کے مال کے لئے قرض لے سکتا ہے، اسی طرح سرمایہ کی مقدار سے زائد سامان خریدنا بھی رب المال کی صریح اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

قال العلامة التمرتاشي رحمه الله تعالى : وَ لَا الإِقرَاضُ وَالِاستِدَانَةُ وَإِن قِيلَ لَهُ ذَلِکَ أَي اعمَل بِرَأيِکَ ؛ لِأَنَّهُمَا لَيسَا مِن صَنِيعِ التُّجَّارِ فَلَم يَدخُلَا فِي التَّعمِيمِ مَا لَم يَنُصَّ المَالِکُ عَلَيهِمَا فَيَملِکُهُمَا .(الدر المختار ۵/۶۵۰، ط:سعيد)

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دُعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- اصلی زینت
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- تقویٰ کے چار انعامات
- مسائلِ رمضان المبارک
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت

ناشر
جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
موبائل: 0333-2226051